نظریہ تخلیق کائنات، قرآن اور جدید سائنس کی روشنی میں

Theory of Creation of the universe in the light of Quran and Science

ڈاکٹر اکرام الحق ازھری*

ڈاکٹر محمد مشتاق کلوٹا**

ماریہ مان***

ABSTRACT:

The Holy Quran is primarily a book of divine guidance for humanity but it also includes the verses related to the creation and organization of the universe. There are almost 700 verses which talk about the pattern of creation of the universe and the mastery of its creator. These verses are meant to guide people till the Day of Judgment. The factual theory of creation is presented in the Quran in a scientific and rational way and with the development of scientific tools and methods these facts have been discovered by the scientists as well. Therefore, when the scientific information was gathered through rational and empirical methods and compared to the Quranic information, it was concluded that Quran has reported true information centuries earlier. It helped dissolution of many doubts and caused a lot many physicists to accept Islam. The Holy Quran rejected the materialistic, atheistic interpretations of the beginning of the universe and offered an alternative logical view of a universe operated by an omnipotent and omniscient God. This research article is an elaborate study of the Quranic and scientific interpretations of the origin of the universe.

Keywords: Quran, scientific, creation, organization, origin, universe.

اسلام دنیا میں منتشر دوسرے ادیان کی طرح وقتی اور عارضی دین نہیں ہے بلکہ قیامت تک رہنے والا زندہ اور لازوال دین ہے۔ دنیا میں کسی بھی مذہب نے دعویٰ نہیں کیا کہ اس کی دعوت پوری نوعِ انسانی کیلئے کافی وشافی ہے۔ جبکہ اسلام کا صاف اور کھلے الفاظ میں دعویٰ ہے کہ اسلام پوری کائنات میں باقی رہنے والا سچا اور برحق دین ہے۔ ہر زمانے کے عقلی اور علمی نظریات وتصورات پر حاوی ہے اور رہے گا خواہ وہ سائنس ہو یا فلسفہ، عقل ہو یا دانش۔ قرآن حکیم نے فرمایا ہے کہ یہ قرآن نوعِ انسانی کا ہادی ورہبر ہے۔ "هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَى"[1] اور فرمایا: "الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ "[2] اور فرمایا: "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ"[3] نیز کوئی مذہب عقلی اور علمی حیثیت سے اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکے گا بلکہ اسلام ہی تمام ادیان پر غالب رہے گا، فرمایا: "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى

---

*Visiting Professor, Faculty of Usool-Ud-Din, International Islamic University, Islamabad. / Khateeb President House, Islamabad. Email: drikramulhaq@gmail.com

**Director, International Seerah Study Center, Chicago, USA.

***Ph.D Research Scholar, Muhay-ud-Din Islamic University, Nerian Sharif, Azad Kashmir.

الدِّينِ كُلِّهِ"[4]۔ علاوہ ازیں اسلام کی ساری تعلیمات انہی آفاقی بنیادوں پر استعمال کی گئی ہیں اور یہ اس کی عالمگیریت اور آفاقیت کی واضح دلیل ہے، فرمایا: "وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِلنَّاسِ"[5] اسی بناء پر اسلام ہر لحاظ سے ایک خود کفیل دین ہے۔ اسلام کی 14 سو سالہ تاریخ گواہ ہے کہ اسلام کو اپنے کسی معاشرتی، معاشی، سیاسی و تمدنی معاملہ میں دوسری اقوام سے کسی قسم کے قوانین مستعار لینے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ اس سے اس دینِ متین کے حیرت انگیز اعجاز کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

اسلام اور کائنات:

قرآنِ حکیم میں واضح طور پر مختلف مقامات پر مختلف پیرائیوں میں آسمانوں کا ذکر موجود ہے۔ اگرچہ جدید علم ہیئت اور سائنس دان خلاہی کو آسمان سمجھتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان کی نظر حقیقی آسمانوں تک نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ آسمان انتہائی بلندیوں پر واقع ہے اور سائنس نے ابھی تک کوئی ایسی دوربین ایجاد نہیں کی جس کے ذریعے ہماری نظر آسمانوں تک پہنچ سکے۔ اس زندہ مذہب کی زندہ کتاب میں کائنات کے حقائق سے بھی بحث کی گئی ہے۔ قرآن واحد آسمانی کتاب ہے جو انسان کو کائنات اور اس کے نظام میں غور وفکر کے ذریعے عبرت اور بصیرت حاصل کرنے کی دعوت دیتی ہے اور اپنے پیش کردہ عقائد وتعلیمات کی حقانیت کے اثبات کے لیے کائنات اور اس کے نظام کو بطور دلیل پیش کرتا ہے۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ پوری کائنات ایک عظیم حکمت و مصلحت اور کامل منصوبہ کے تحت پیدا کی گئی ہے، محض اتفاق کے طور پر ظہور پذیر نہیں ہوتے[6]۔ آج سے 1400 سال پہلے اس منصوبہ بندی کے تمام بنیادی اصولوں کو قرآنِ مجید میں بیان کیا جاچکا ہے جبکہ ان نظریات و تصورات کا دنیا میں کوئی وجود نہیں تھا اور ابھی 21ویں صدی میں یہ منصوبہ قرآن کی حقانیت وصداقت کو جانچنے کا واحد ذریعہ ہے جس کا یہ مطلب نہیں کہ سائنس ہر چیز کی صحت و صداقت کے جانچنے کا معیار ہے۔ مطلب یہ کہ اسلامی عقائد اس قدر فطری اور مطابقِ واقع ہیں کہ ان کی تصدیق قانونِ فطرت بھی موجود ہے۔ سائنسی تحقیقات جیسے جیسے آگے بڑھتی جائیں گی، اسلامی عقائد کی حقانیت واضح ہوتی چلی جائے گی۔[7]

قرآن کا یہی دعوہ ہے کہ پوری کائنات ایک ہمہ گیر منصوبہ بند نظام کا نتیجہ ہے اور اس کے ذرہ ذرہ میں ارباب بصیرت کیلئے اللہ کے وجود، اس کی قدرت و ربوبیت، حکمت و مصلحت کے ناقابلِ انکار دلائل موجود ہیں۔ "إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِي تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَتَصْرِيفِ الرِّيَاحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ"[8]۔ قرآنِ حکیم میں احکام سے متعلق صرف پانچ سو آیات جبکہ نظامِ کائنات کے حوالے سے 750 آیات ہیں۔ امام سیوطی نے "الاتقان" میں اور شاہ ولی اللہ نے "الفوز الکبیر" میں اس کا تذکرہ کیا ہے[9]۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان سائنسدانوں نے موجودہ سائنس کی بنیاد ڈالی ہے اور طب، ریاضی، طبیعات اور فلکیات وغیرہ میں شاندار کامیابی انجام دی ہے، دنیا کو نئے علوم وفنون سے آشنا کیا۔ اس دور کے مشہور سائنسدانوں میں جابر بن حیان، محمد بن موسیٰ خوارزمی، ابونصر فارابی، محمد بن زکریا رازی، ابن ھیثم، بوعلی سینا، البیرونی، ابن النفیس اور ابوالقاسم زہراوی قابلِ ذکر ہیں، اور اس کے بعد امام غزالی، ابن تیمیہ اور امام رازی نے اپنے دور میں اس حوالے سے عظیم خدمات انجام دی ہیں[10]۔ کسی مسلمان فرقے نے کبھی سائنس یا علوم کائنات کو مذہب کے خلاف نہیں سمجھا بلکہ ہمیشہ سائنس مذہب کے تابع رہی ہے جب یورپ میں سائنس اور مذہب کا ٹکراؤ پیدا ہوگیا اگرچہ یہ ٹکراؤ مصنوعی اور غیر حقیقی ہے

لیکن حقیقت یہ ہے کہ انہیں غلط نظریات اور تجربات نے آج ایک عالمگیر تصادم کی شکل اختیار کرلی۔ دنیا میں اسلام کے سوا کوئی دوسرا مذہب نہیں ہے جو ان غلط اوہام و نظریات کی تردید کیلئے علمی، عقلی و سائنسی انداز میں مادیت و حریت کے الحاد اور فتنہ کا مقابلہ سکے[11]۔ قرآن ایک زندہ کتاب ہے اور قیامت تک ہر دور میں معمول بہ کتاب رہے گی، اس کے عجائب نہ کبھی ختم ہوتے ہیں اور نہ ہو سکیں گے خواہ دنیا کتنی ہی ترقی کر جائے۔ دنیا کی اس واحد عجیب و غریب کتاب میں ہر قسم کے ذہن کو مطمئن کرنے کیلئے دلائل موجود ہیں۔ آج سائنس کا دور ہے اور لوگوں نے ذہنوں پر سائنس کے سائے چھائے ہوئے ہیں، اس کے باوجود بھی کسی کی مجال نہیں کہ اس کتاب کے خداوندی ہونے کا انکار کرسکے۔ قرآن سائنس یا کسی مخصوص فن کی کتاب نہیں ہے البتہ وہ انسان، کائنات اور خالق کے ربط کو واضح کرکے انسانیت کی رہنمائی کرتی ہے۔[12]

سائنس کی محدود معلومات اور مشاہدات:

اللہ تعالیٰ کی یہ کائنات لامحدود ہے، سائنس دانوں کی بنائی گئی عظیم ترین دوربین بھی صرف دس کھرب نوری سال کے فاصلے تک پہنچ سکتی ہے۔ اس کے آگے جو اجرام فلکی ہیں وہ اس کی نظر سے اوجھل ہیں۔ یہ کائنات اتنی وسیع ہے کہ روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار میل کی مسافت طے کرتی ہے۔ "کال کلر اس ابسر سولڈ" کہتے ہیں۔ تمام تر سائنسی ترقی کے باوجود ابھی انسان کی رسائی، اسرارِ کائنات کے مبادیات تک ہی ہو سکی ہے۔ ابھی صرف یہ اندازہ ہی ہوا ہے کہ نجوم اور کواکب بے اندازہ، بے شمار اور کائنات کی وسعتیں بے کراں ہیں[13]۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سائنس کی معلومات محدود ہیں، کائناتی علم لامحدود ہے۔

بگ بینگ کا نظریہ:

پندرویں صدی عیسوی میں جب یورپ گہری نیند سے بیدار ہوا تو یورپ نے مختلف علوم و فنون کی طرف توجہ کرنا شروع کی، خصوصاً علم الافلاک، اس سے قبل یونان کے فلاسفہ کے مختلف نظریات تھے اس سے علماء عرب نے مختلف نظریات نقل کیے البتہ ایک یورپی سکالر" کوپرنیک" جو فلکیات کے بہت ماہر تھے، نے مختلف کواکب کی نقل و حرکت کے بارے میں پہلی مرتبہ لب کشائی کی، اس نے بتایا کہ زمین سورج کے ارد گرد گردش کررہی ہے۔ اور زمین اپنے محور میں اپنے گرد بھی حرکت کررہی ہے جس سے دن رات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی نظریہ نے یورپ میں ہلچل مچادی۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ زمین تمام کائنات کی محور ہے اور جو کچھ ہمیں آسمان میں نظر آتا ہے وہ اس کے ارد گرد حرکت کررہے ہیں[14]۔ لیکن کوپرنیک کا یہ نظریہ کلیسا کے نظریہ کے متصادم تھا پچھلے 1543 عیسوی میں اس کی وفات کے بعد اس نظریہ کو منظرِ عام پر لایا گیا تب کلیسا نے اسے کافر و زندیق قرار دیا۔ لیکن وہ پہلے انتقال کرچکے تھے۔[15] اس کے بعد ایک فلکیات کے ماہر "تیکھو براھی" نے کوپرنیک کے نظریہ کو سختی سے مسترد کیا وہ یہ کہ صرف زمین سورج کے ارد گرد حرکت میں ہے۔ اسی طرح یکے بعد دیگر یورپ میں فلکیات، ریاضیات اور فیزیا میں دیگر ماہرین پیدا ہوئے جن کے کام کے نتیجے میں انتہائی اہم معلومات منظرِ عام پر آئیں۔ مثلاً 1601ء میں ایک انگریز ماہر فلکیات جس کا نام "کیلر" تھا، وہ ستاروں کی حرکت کی تشریح کرتے ہوئے اس مفروضے پر پہنچا کہ سورج ہی ان حرکات کا مرکز ہے جبکہ باقی سیارے اپنے اپنے مدار میں گردش کررہے ہیں۔ اس ماہرِ فلکیات نے اس حرکت کے تین قوانین پیش کیے اور اس مدار میں گردش کی بنیاد پر کیلر نے ستاروں کے بعد مسافت اپنے مرکز سے معلوم کی اور وہ سورج ہے۔[16]

1609ء میں علم الفلک نے مزید ترقی کی اور ایک ٹیلی اسکوپ [دوربین] ایجاد کی گئی جسے ایک اطالوی ماہرِ فلکیات "گلیلیو" نے ایجاد کیا۔ اس دوربین کے ذریعے بڑے بڑے غاروں، چاند کے پہاڑوں کی منظر کشی کی گئی۔ اگرچہ چرچ نے "گلیلیو" کے اس نظریہ کو مسترد کر کے اس کو جیل میں ڈال کر پھانسی کی سزا سنائی، اگرچہ عملاً پھانسی تو نہ دی گئی لیکن اس کو ایک گھر میں نظر بند کر دیا گیا جہاں وہ انتقال کر گیا۔[17] اسی دور میں ایک اور انگریز ماہر فلکیات "اسحاق نیوٹن" نے جنم لیا جس نے کوپر نیک کے نظریات میں اضافہ کیا اور قانون جاذبیت کا انکشاف کیا اور ثابت کیا کہ ہر چھوٹا جسم ہر بڑے جسم کے تابع اور اس کے گرد حرکت میں ہے اور یہ حرکت چھوٹے اجسام میں نظر نہیں آتے، مگر بڑے اجرامِ فلکی میں بطریقِ احسن نظر آتے ہیں۔ اسحاق نیوٹن کے بعد بڑی بڑی رسد گاہیں بنائی گئیں جن میں طویل ہیکل دوربینی رسد گاہیں بنائی گئیں جن کے ذریعے خلا کی نگرانی کی جانے لگی۔ 1922ء میں ایک ماہرِ ریاضیات جیالوجسٹ "الیگزنڈر فریڈمان" نے تخلیقِ کائنات کے بارے میں ایک نظریہ پیش کیا کہ پوری کائنات بڑا سا ڈھیر تھا جس میں ایک زوردار دھماکہ ہوا جس کے نتیجے میں یہ کہکشائیں وجود میں آئیں۔

[سیکنڈری سیپریشن، ثانوی جدائی] اس کے بعد یہ کہکشائیں، ستاروں، سیاروں، سورج اور چاند وغیرہ میں تقسیم ہو گئیں۔[18] جن کی تعداد کروڑوں میں ہے۔ اس دھماکے کا نام بگ بینگ رکھا گیا ہے۔ کائنات کی یہ ابتداء بالکل لانظیر تھی اور اسکے محض اتفاق وقوع پذیر ہونے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ اگرچہ یہ نظریہ بہت سارے لوگوں نے قبول نہیں کیا اس لیے کہ اس میں بہت ابہام موجود تھا کہ یہ دھماکہ کہاں، کیسے اور کس طرح ہوا اور پھر کس طرح یہ مختلف ستارے وجود میں آئے۔ لہذا اس نظریہ کو اس میں خامیوں کی موجودگی کی وجہ سے قبول نہ کیا گیا۔ البتہ بیسویں صدی کے وسط میں ایک امریکی سائنسدان "ایڈوین ھامبل" نے اس نظریہ کی تائید کی اور کہا کہ یہ ستارے ان کہکشاؤں میں ایک دوسرے سے بہت دوری میں حرکت کر رہے ہیں[19] اسکے بعد ایک اور امریکی فیزیائی عالم "جورج گیرو" جس نے بگ بینگ کی تائید کی، جس طرح فریڈمان نے سوچا اس نظریہ کی تائید "جورج گیمو" نے بھی کی۔ جورج گیمو کہتا ہے کہ 15، 20 ملین سال قبل یہ کائنات ساری کی ساری خاموش تھی، ظلمت سے بھری ہوئی تھی اور اسکے ارد گرد گیسوں نے گھیرا کر رکھا تھا۔[20]

تخلیقِ کائنات کے بارے میں قرآنی موقف:

جو نظریہ قرآنِ حکیم نے 1400 سال قبل پیش کیا تھا وہی نظریہ اب سائنسی علم و تجربات سے ثابت ہو گیا ہے قرآنِ حکیم میں اللہ تعالیٰ کائنات کی تخلیق کے بارے فرماتے ہیں: أَوَلَمْ يَرَ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنَاهُمَا وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ أَفَلَا يُؤْمِنُونَ[21]۔ قرآن اور بگ بینگ نظریہ کے مابین حیرت انگیز مماثلت ہے، فرق یہ ہے کہ بگ بینگ نظریہ کہتا ہے کہ بعض نامعلوم اسباب کے نتیجے میں دھماکہ ہوا جبکہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس دھماکے کو اپنی طرف منسوب کیا اور یہ ساری تبدیلیاں اللہ تعالیٰ کی دستِ قدرت میں ہیں۔ كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُعِيدُهُ[22]۔ یہ اعادہ کلا ہو گا، قرآن کہتا ہے کہ: يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ[23]۔ ابھی سائنس بھی اسی نقطہ پر پہنچ چکی ہے کہ یہ وسیع اور عریض کائنات جس کی کوئی حد و سرحد معلوم نہیں ہے ایک وقت آنے والا ہے جب یہی کہکشائیں ہوں گی جو آج ملیوں کی تعداد میں پھیلی ہوئی ہیں جن میں سکھڑا پن آئے گا۔ قرآن کہتا ہے "کانتا رتقاً" یہ جڑا ہوا تھا ہم نے پھیلا دیا پھر آخر میں (یوم نطوی السماء) تو "طی" میں اللہ سب کو پہلی شکل میں واپس کر لے گا اور لپیٹ لے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن ایک معجز

کتاب ہے۔ صحراء عرب میں 1400 سال قبل آنے والی یہ کتاب آخر کس طرح سائنس کی اس عمیق فکر کی حامل ہو سکتی ہے[24]۔ رہا کہکشاؤں کے تشکیل سے قبل انتہائی گیسی انبار یا جمگھٹے کا سوال، تو سائنسدان اس بات پر متفق ہیں کہ کائنات میں کہکشاؤں میں تشکیل سے قبل سارا سماوی مادہ گیسی مادہ کی شکل میں تھا۔ مختصراً یہ کہ عظیم گیسی مادے یا بادل کہکشاؤں کی تشکیل سے قبل موجود تھے۔ اس مفہوم کو یعنی گیسی مادے کو ابتدائی مادہ "دھواں" قرار دیا جائے تو زیادہ مناسب ہو گا، درج ذیل قرآنی آیات کائنات کی اس کیفیت کے بارے میں "دخان" کے لفظ سے اشارہ کرتی ہیں، مثلاً: ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْأَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا قَالَتَا أَتَيْنَا طَائِعِينَ[25]۔ یعنی پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا اور زمین اور آسمان سے کہا کہ چاہتے ہوئے موجود ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا کہ اطاعت کیے آئے۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کائنات بگ بینگ کا منطقی نتیجہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے قبل کسی کے علم میں نہیں تھا۔ تو پھر ان معلومات کا مرکز کیا ہو سکتا تھا؟ تو قرآنِ حکیم نے نشاندہی اشارات سے کی، جو چودہ سو سال قبل کی گئی ہے۔ 1400 سال بعد انسانی علم اور کاوش اس کی تصدیق کرنے میں کامیاب ہوئی۔ جس طرح قرآن حکیم نے اس طرف اشارہ کیا تھا کہ زمین کی شکل بیضوی ہے جبکہ قدیم زمانے کے لوگوں کا خیال تھا کہ زمین کی شکل چپٹی ہے اور اس خوف سے لمبے سفروں سے گریز کرتے تھے کہ کہیں کنارے سے گر نہ جائیں۔ لیکن فرانسیسی "ڈریک "وہ پہلا شخص تھا کہ جس نے 1557ء میں زمین کے گرد سمندری سفر کیا اور بتایا کہ زمین کی شکل گول ہے[26]۔ قرآنِ حکیم نے اس حقیقت کو 1400 سال قبل واضح کیا تھا کہ بیضوی ہے اور قطبی سروں پر چپٹی ہے۔ وَالْأَرْضَ بَعْدَ ذَٰلِكَ دَحَاهَا[27]۔ "دَحَا" کے معنی شتر مرغ کا انڈا ہے جو زمین کی شکل سے مشابہ ہے۔ یہی مفہوم قرآن حکیم نے صرف زمین نہیں بلکہ آسمانوں کیلئے بھی ثابت کیا ہے۔[28]

خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ يُكَوِّرُ اللَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى اللَّيْلِ[29]۔ ایک چیز کو دوسری چیز، دوسری چیز پر جزوی طور پر لپیٹنا پگڑی سر کے گرد لپیٹی جاتی ہے۔ توکَوِّرُ اللَّيْلَ اورکَوِّرُ النَّهَارَ کا مطلب تب ہو سکتا ہے کہ زمین گول ہو، اور گول ہے تو اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اسی حقیقت کو سائنس نے ابھی معلوم کیا جبکہ اللہ رب العزت نے 1400 سال قبل قرآن کے ذریعے اس حقیقت کو واضح کیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ[30] تو النَّهَارَ در حقیقت زمین ہے کہ اس کا وجود اسی پر ہے۔ اسلیے کہ دن اور رات کا وجود زمین ہی پر ہے۔ دوسری بات یہ کہ "يَسْبَحُونَ "جمع ہے، پہلے شمس وقمر کا ذکر ہے، "سَبَحَ" کا معنی اپنے اندر حرکت کا تصور رکھتا ہے جو کسی متحرک جسم سے اخذ ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ لڑھک رہا ہے، مفہوم یہ کہ وہ چل رہا ہے، سلیقے سے گھوم رہا ہے اور آلے کی مدد سے ثابت کیا جا سکتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ سورج خلاء میں تقریباً 240 کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے سفر کرتا ہے اور کم از کم 2 ہزار لاکھ سال میں ہماری کہکشاں "ملکی وے گلیکسی" کے اردگرد گھومتا ہے اور اس طرح وہ اپنی حرکت مکمل کر کے گل ہو جائے گا[31]۔ ارشاد ہے: إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ[32] یہ سورج کی روشنی سائنس کے مطابق 50 کھرب سال سے مسلسل چلی آ رہی ہے۔ یہ عمل مستقبل میں کسی وقت ختم ہو جائے گا جب سورج مکمل طور پر بجھ جائے گا تو زمین پر ہر طرح کی حرکت ختم ہو جائے گی۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ[33] کا معنی جگہ یا وقت کی طرف دوڑنا ہے آخر یہ ختم ہو جائے گا یا بجھ جائے گا إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ، وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ، وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ[34]۔

تخلیق کائنات کے چھ ادوار اور مراحل:

بائبل میں بھی تخلیق کائنات کے چھ دن بیان کیے گئے ہیں البتہ اس کے بعد ایک دن آرام کا ذکر ہے۔ یہ بات بتاتا ہے کہ چھٹی صدی قبل مسیح کے پادریوں کے تیار کردہ عہد قدیم کے لوگوں کو قائل کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ چھ دن کام کرنے کے بعد تھک گیا پھر آرام کیا۔ اس لیے یہودی بھی سبت کو آرام کریں اور عبرانی میں "السبت" کے معنی آرام کرنے کے ہیں[35]۔ قرآنِ حکیم میں بھی تخلیق کائنات کا سلسلہ چھ دنوں کو پہنچا۔ إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ[36]۔ لفظ ایام سے مراد ایام اللہ، اس سے مراد ادوار ہے۔ ایام اللہ سے مراد وقت کی مدت، مراد نہیں ہے اور ایام اللہ، اللہ کے ہاں "الف سنة"[37] ایک ہزار سال مراد ہے، اس یوم سے مراد وقفہ ہے "کان مقدارہ خمسین ألف سنة" اس سے کوئی متعین وقت نہیں بلکہ ادوار ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ ادوار میں یہ کائنات پیدا کیں یا چھ طویل وقفوں میں "هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَىٰ إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ"۔ تو جس کائنات میں ہم رہائش پذیر ہیں یہ دائمی پھیلاؤ میں ہے اور اس کا اندازہ اس کی کہکشاؤں کے مجموعے کا جدید آلات کے ذریعے نگرانی سے لگایا جاسکتا ہے اور یہ توسیع اور پھیلاؤ کائنات کے 14 ملین سال پہلے اس کے انتہائی سخت اور گرم مادے میں انتہائی عظیم دھماکے سے وجود میں آیا۔

آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے قبل تخلیق اور وجود کی ابتداء:

قرآنی تعلیمات ہمیں اس طرف رہنمائی کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا عرش تخلیق کی ابتدا سے قبل پانی پر تھا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ تخلیق سے پہلے کائنات میں کوئی مادہ موجود تھا۔ لیکن اس بات کا صحیح اندازہ نہیں لگایا جاسکتا کہ "وقت" اس عظیم دھماکے سے پہلے موجود تھا یا نہیں، اور وقت کے مراد زمانہ ہے۔ اس لیے یہ مشکل ترین سوال ہے اور اس کا جواب دینا بھی آسان کام نہیں۔ اگر کائنات کی عمر 14 بلین سال ہو تو پھر یہ کہکشاں 14 بلین روشن سال کیسے چلیں؟ یہاں اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ہماری یہ کائنات لامتناہی ہو، اور یہ عظیم دھماکوں سے یا وقت سے یا اس سے پہلے ایک مادے سے ہر جگہ بھری ہوئی ہو۔ یہاں سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ کائنات کے ابتداء کے وقت ممکن ہے کہ کائنات میں پھیلاؤ، روشنی کی رفتار سے بھی تیز ہو۔ اور اس کا احتمال ہے تاکہ فضا میں پھیلاؤ آجائے۔ کیونکہ اجزاء اور اجسام جلدی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہیں ہوتے اور اس طرح خالی جگہ اجزاء کے درمیان بہت زیادہ ہوگئی۔ ہمارے لیے یہ بھی ممکن ہے کہ ہم ان کہکشاؤں کو گیندوں کی طرح تصور کریں، جو کہ ربڑی ٹکڑے پر سوار ہو جو فضاء کی مانند ہو۔ اگر ربڑی ٹکڑے میں کھنچاؤ آجائے تو یہ گیندیں [کرات] اجتماعی طور پر یا علیحدہ حرکت کرتی ہیں اور جو کرات الگ ہیں اور وہ انتہائی وسیع ہیں تو اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے وہ اکیلے بہت بڑی تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہیں اور یہاں پر فضاء کے توسع اور پھیلاؤ کی کیفیت کیلئے خیال کرنے اور تصور کرنے کی کوئی حد متعین نہیں تو اس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جس کا ذکر قرآنِ کریم میں کرچکا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: وَالسَّمَاءَ بَنَيْنَاهَا بِأَيْدٍ وَإِنَّا لَمُوسِعُونَ[38]۔ تو توسیع اور پھیلاؤ کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں ارشارہ فرمادیاہے۔ اگر آیت کے اندر مذکور "السماء" فضا یا "کون" ہے تو یہ اس کی طرف ایک صریح اشارہ ہے۔

حضرت عمرو بن العاص مرفوع حدیث میں روایت فرماتے ہیں کہ: کتب الله مقادیر الخلائق، إن الله قدر مقادیر الخلق، قبل أن یخلق السماوات والأرض بخمسین ألف سنة قال وعرشه وکان عرشه علی الماء[39]۔ اس حدیث مبارک میں جو لفظ "کان" پہلی دفعہ آیا ہے

"کان اللہ" اس کان سے ازلیت مراد ہے اور دوسری دفعہ جو "کان"، "کان عرشہ" میں ہے اس سے حدوث مراد ہے جو عدم کے بعد ہو، اور اسی طرح امام احمد و امام ترمذی نے ابورزین العقیلی سے روایت کی ہے جو کہ مرفوع ہے "إن الماء خلق قبل العرش"۔

سات زمینیں:

فرمانِ الٰہی ہے کہ: اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَوَاتٍ وَمِنَ الْأَرْضِ مِثْلَهُنَّ يَتَنَزَّلُ الْأَمْرُ بَيْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ وَأَنَّ اللَّهَ قَدْ أَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا[40]۔ جمہور مفسرین نے لفظ مثلھن نصب کے (سبع سماوات) پر عطف کرتے ہوئے پڑھا ہے اور تقدیر اس کا "فَعَلَ" نکالا ہے اور یوں معانی بیان کیے ہیں کہ "خَلَقَ مَنَ الأَرْضِ مِثْلُهُنَّ" یعنی زمین بھی آسمانوں جیسے پیدا کی ہیں اور علم معانی کے لحاظ سے یہ "ایجاز حذف" کہلاتا ہے۔ معنی یہ ہوا کہ زمینیں بھی 7 پیدا کیں تو مثلیت عدد میں ہے[41]۔ امام قرطبی اپنی تفسیر میں یوں بیان کرتے ہیں "ومن الارض مثلھن" یعنی سبع مثلیت سے مراد، مثلیت عدد کا لیتے ہیں کیفیت میں یعنی طبقات میں نہیں لیتے۔[42]

خلاصہ یہ کہ سائنس تخلیق کائنات کے متعلق جو نظریہ آج پیش کر رہا ہے وہ قرآن نے 1400 سو سال قبل بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اور نوع انسانی کو کائنات میں غور و فکر کی ترغیب دی ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سائنسی معلومات محدود اور کائناتی علم لامحدود ہے لہٰذا انسان ذہنی اختراعات کا شکار نہ ہوں بلکہ الٰہی احکامات کی پابندی کریں۔

حوالہ جات

---

[1] البقرہ185:2

[2] المائدہ3:5

[3] آل عمران85:3

[4] الصف9:61

[5] السبا28:34

[6] ندوی، مولانا شہاب الدین، اسلام اور جدید سائنس، مکتبۃ العلم، لاہور، 1998ء، ص53

[7] ایضاً

[8] البقرۃ164:2

[9] بحوالہ بالا، ندوی، مولانا شہاب الدین، اسلام اور جدید سائنس، ص54

[10] ایضاً، ص55

[11] ایضاً، ص 56

[12] بحوالہ بالا، ندوی، مولانا شہاب الدین، اسلام اور جدید سائنس، ص48

[13] ایضاً

[14] علي محمد عبدالطيف، القرآن والكون رحلة البحث عن الحقيقه، جزء أول، ص259

[15] ایضا جز اول، ص 260

[16] علي محمد عبدالطيف، القرآن والكون رحلة البحث عن الحقيقه، جزء أول، ص261

[17] ایضاً، ص262

[18] ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس موافق یا ناموافق، مترجم: عبدالقدوس ہاشمی، الصفہ دارالنشر، واہ کینٹ، ص12

[19] علي محمد عبدالطيف، القرآن والكون رحلة البحث عن الحقيقه، جزء أول، ص263

[20] ایضا، ص264

[21] الانبیاء 30:21

[22] الانبیاء 105:21

[23] الانبیاء 105:21

[24] بحوالہ بالا، ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس موافق یا ناموافق، ص13

[25] فصلت 11:41

[26] بحوالہ بالا، ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس موافق یا ناموافق، ص14

[27] النازعات 30:79

[28] بحوالہ بالا، ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس موافق یا ناموافق، 15

[29] الزمر 5:39

[30] یسین 40:36

[31] بحوالہ بالا، ڈاکٹر ذاکر نائیک، قرآن اور جدید سائنس موافق یا ناموافق، ص18-19

[32] الشمس 91: 1

[33] یسین 38:36

[34] الشمس 91: 1-2

[35] موریس بوکائی، مترجم ثناء الحق صدیقی، بائبل قرآن اور سائنس، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، 1985ء، ص165-166

[36] الاعراف 54:7

[37] السجدۃ 5:32

[38] الذاریات 47:51

[39] صحیح مسلم، کتاب القدر، حدیث نمبر 4797 / سنن ترمذی، کتاب القدر، حدیث نمبر 2082

[40] الطلاق 12:65

[41] الشوكاني، محمد بن علي بن محمد، فتح القدير الجامع بين فني الرواية والدراية من علم التفسير، علم الكتب، ج5، ص247

[42] القرطبي، أبي عبدالله محمد بن أحمد، الجامع لأحكام القرآن، دار الكتب، بيروت، ط الخامسة 1417ھ، ج18، ص115

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.